© rasailojaraid.com

حکومت اسلامی قرآن وسنت کی روشنی میں

پروفیسر غلام مہدی
چیئرمین شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

اسلامی حکومت کے اہداف

آیئے سب سے پہلے ہم موضوع پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں تاکہ اس پر کی جانے والی بحث کو سمجھنے میں آسانی ہو میرا یہ موضوع کل تین الفاظ پر مشتمل ہے اسلام حکومت اور اہداف پہلا لفظ اسلام ہے جو سلم سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں امن وسلامتی، جس کے عملی اظہار کی درج ذیل صورتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ۱۔ ظاہری اور باطنی برائیوں سے پاک صحیح وسالم ہونا ۲۔ باہمی تعلقات میں اطاعت ورہبری کا عملی مظاہرہ

اسلام دین

قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ان جملہ مفاہیم کے لیے خالق فطرت کی طرف سے مقرر کردہ نہایت ہی جامع ایک خوب صورت لفظ ملتا ہے وہ ہے دین چنانچہ ارشاد فرمایا ان الدین عند اللہ الاسلام اللہ کے نزدیک دین یعنی ایسا ضابطۂ حیات جو اپنے دامن میں انسان کی موجودہ زندگی اور آنے والی زندگی دونوں کے مسائل کا حل رکھتا ہو اس جامع لفظ کو جس جملے میں استعمال کیا ہے اس کی عبارت کی سادگی اور فصاحت وبلاغت کا کیا کہنا خالق کے نزدیک اپنے بندوں کی فلاح وصلاح کے لیے قواعد وضوابط کا مجموعہ ایک ہی ہے وہ ہے دین اسی ایک دین کی تبلیغ وترویج کے لئے آدم سے لیکر خاتم الانبیاء تک سارے انبیاء آئے سب کا ایک ہی مشن تھا لیقوم الناس بالقسط انسانوں کے درمیان عدل وانصاف قائم کرنا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر قیام عدل کی ضرورت کیوں پیش آئی حالانکہ قرآن نے پوری انسانیت کو ایک ہی برادری سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کان الناس امة واحدة لیکن اسی آیت میں بعثت انبیاء اور اسکی حکمت کو بھی مفصل طور پر واضح کردیا ہے فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین بشارت دینے والے اور

ڈرانے والے انبیاء بھیجے وہ بھی نبیّین وانزل معهم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیه ان انبیاء کے ساتھ سچی کتاب نازل کی تاکہ انسانوں کے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ کریں (البقرہ ۲۱۳) سورۃ مبارکہ حدید کی آیت ۲۵ میں کتاب کے ساتھ میزان کا بھی ذکر ہے لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط ہم نے ان (انبیاء) کے ساتھ نازل کی کتاب اور میزان تاکہ لوگ قائم رہیں انصاف پر۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے الدین النصیحة دین نصیحت ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے استفسار کیا نصیحت کس کے لئے تو ارشاد فرمایا (للہ ولرسوله ولکتابه ولائمة المسلمین وعامتهم) یعنی دین نصیحت ہے اللہ کے لئے اس کے رسول کے لئے اس کی کتاب (قرآن) کے لئے آئمہ مسلمین اور تمام مسلمانوں کے لئے حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے مذکورہ بالا جملہ کے مفاہیم کی مکمل وضاحت ہوجاتی ہے۔

حکومت

دوسرا لفظ ہے حکومت جس کا مادہ ہے الحکم جس سے مشتق ہے حکم یحکم یعنی فیصلہ کرنا یا حکومت کرنا اسی مفہوم کے ساتھ سورہ مبارک یوسف کی آیت ۴۰ میں ارشاد ہوا ان الحکم الا للہ حکومت تو بس خدا ہی کے لئے خاص ہے۔ قرآن مجید میں لفظ حکم متعدد مقامات پر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

الا له الحکم وهو اسرع الحاسبین (الانعام ۶۲)

ان الحکم الا للہ ط علیه توکلت وعلیه یتوکل المتوکلون (یوسف ۶۷)

یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ ط و اٰتینٰه الحکم صبیا (مریم ۱۲)

ما کان لبشر ان یؤتیه اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی (آل عمران ۷۹)

اہداف

تیسرا لفظ اہداف ہے ہدف کی جمع، یعنی مقاصد یعنی وجہ تشکیل حکومت یا یہ کہ حکومت کی ضرورت کس لئے ہے سب سے پہلے آیئے کہ ہم اپنے خالق حقیقی سے پوچھتے ہیں اے پروردگار تو نے انبیاء کو اپنا نمائندہ بنا کر کس لئے بھیجا تو جواب ملتا ہے لیقوم الناس بالقسط انسانوں کے درمیان انصاف قائم کرنے کے لئے مزید تفصیل کے ساتھ جابجا مقاصد بیان فرمادیے۔ بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب ومیزان کو نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان انصاف قائم کریں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر ہم صرف ایک حکومت یا ریاست کی گفتگو کرتے تو بات اور تھی کہ اس کے مقاصد یا اہداف کچھ بھی ہو سکتے ہیں لیکن اسلامی حکومت یا ریاست کی بات ہوگی تو اپنی طرف سے مفروضے بیان نہیں کر سکتے کیونکہ اسلامی نقطہ نظر سے حاکم حقیقی صرف ذات باری تعالیٰ ہے مذکورہ بالا آیات سے یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ حکومت کا حق صرف اللہ کو ہے اگر کسی فرد یا چند افراد کے ہاتھوں میں حکومت آجاتی ہے یا کسی بھی طرح کسی شکل میں بھی اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو وہ فرد یا افراد امین ہیں اگر اس امانت میں خیانت کی راہ سے اپنے آپ کو بچا کر رکھتا ہے تو اپنا اولین فریضہ سمجھ کر بمصداق

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر یا مرون بالمعروف وینھون عن المنکر

(آل عمران۔۱۰۴)

احکام الٰہی کا پرچار کرنا چاہئے اسلامی حکومت یا ریاست کا فرض رعایا کو صرف کپڑا روٹی اور مکان فراہم کرنا نہیں یہ کام تو ایک لادین حکومت بھی انجام دیتی ہے بلکہ ان کے نزدیک تو صرف یہی ان کی ذمہ داری ہے اسلامی ریاست کا بنیادی فرض اور سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ خالق کی نمائندگی کا حق ادا کرے کائنات میں انسان کو جو مقام عطا کیا گیا ہے اس کے تقاضے پورے کریں اور خلافت الٰہیہ کا جو عظیم منصب عطا ہوا ہے اس کا اپنے آپ کو حقدار ثابت کرے اس میدان میں حاکم کا پہلا قدم یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر احکام خداوندی کا پابند بنالے پھر دوسروں کو اس طرف دعوت دے اس طرح مکمل دین کے قیام کی راہ ہموار کرے اسلامی حکومت کا سربراہ اپنے آپ کو حاکم نہیں سمجھتا بلکہ اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کا ذمہ دار سمجھتا ہے لہٰذا وہ ایک طرف اپنے ذہن کو اقتدار کا نشہ اور دوسروں پر اپنی برتری کے گھمنڈ اور غرور و تکبر سے پاک رکھتا ہے دوسری طرف اپنے آپ کو خالق کے علاوہ رعایا میں سے ہر فرد کے سامنے جوابدہ سمجھتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اپنے رعایا یعنی ماتحتوں کا اور ہر نگہبان سے اس کے رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا اس جذبے کے ساتھ حکومت قائم کرنے والا اپنے آپ کو حاکم سے زیادہ خادم سمجھتا ہے پھر اللہ کے عطا کردہ جملہ وسائل کو خلق خدا کے فائدے کے لئے استحقاق اور اہلیت کی بنیاد پر تقسیم کرتا ہے جب تک کسی حقدار کو اس کا حق اور حصہ نہ پہنچے چین سے نہیں بیٹھتا۔

حکومت کی ضرورت

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومت کی ضرورت کس لئے ہے کیا انسانی زندگی کے لئے حکومت کا ہونا ناگزیر ہے؟ کیا اس کے بغیر انسان زندگی بسر نہیں کر سکتا؟ اس سلسلہ میں عام طور پر ارسطو کا قول پیش کیا جاتا ہے کہ انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے وہ تنہا نہیں رہ سکتا مادی ضروریات کا جہاں تک تعلق ہے [illegible]

© rasailojaraid.com

ساری باتوں میں دیگر حیوانات کے ساتھ شریک ہے بھوک لگنے پر خوراک تلاش کرنا گرمی سردی دھوپ اور بارش سے اپنے آپ کو بچانا دوست دشمن کو پہچاننا محبت اور نفرت کا اظہار اپنے ہم جنسوں کے ساتھ مل کر رہنا۔ یہ سب فطری خصوصیات ہیں ان میں سے اکثر باتوں میں حیوانات اس کے ساتھ شامل ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان فطری مادی ضروریات کو پورا کرنے میں بھی وہ دوسروں سے مختلف ہے اگرچہ انسان بھی دیگر حیوانات کے ساتھ شامل ضرور ہے لیکن وہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے ممتاز ہے وہ کھاتا پیتا ضرور ہے لیکن کچا نہیں کھاتا بہتر سے بہتر بنا کر استعمال کرتا ہے موسمی حالات و تغیرات سے بچنے کے لئے غاروں میں پناہ نہیں لیتا ایسی جگہ بنا کر زندگی کے لوازمات سے آراستہ کر کے رہتا ہے جہاں پر اسے اپنی ضرورت و دیگر سہولتیں بھی میسر ہوں اس طرح انسانی بستیاں بڑی بڑی آبادیاں اور جنگل نما شہر وجود میں آئے پھر اس کی بے پناہ خواہشات کی تکمیل کے لئے وہ دوسروں کا محتاج ہوا ضرورت کی ہر چیز خود نہیں بنا سکتا دوسرے ہم جنسوں کی مدد لینے پر مجبور ہوا ہر فرد زیادہ سے زیادہ سہولتیں حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا اس طرح خواہشات آپس میں ٹکرانے لگیں یوں تصادم و ٹکراؤ کی صورت میں تنازع للبقاء کے فطری حیوانی عمل کا معاشرہ پر راج ہوا مائٹ از رائٹ پر عمل ہوا طاقتور نے سب کچھ حاصل کر لیا کمزور کے لئے جینے کا حق بھی باقی نہیں رہا تب قانون کی ضرورت پیش آئی انسان کی اسی فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے خالق نے کتاب و میزان دے کر اپنے انبیاء بھیجے جو سب کے سب انسان کے فلاح و صلاح کے لئے آئے لیکن انسان کی مفاد پرستی اور خود غرضی آڑے آئی اسی لئے اللہ کے ان صالح بندوں کی قدر کرنے کے بجائے ان کو قتل کیا ویقتلون الذین یا مرون بالقسط من الناس فبشرھم بعذاب الیم اور وہ قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو انصاف کا حکم دیتے ہیں انسانوں میں سے اسی لئے ان کو دردناک عذاب کی خبر دی جاتی ہے (آل عمران ۲۱)

قیام عدل

اسلامی حکومت کا اہم ترین فریضہ معاشرے میں عدل و مساوات قائم کرنا ہے اس لئے انبیاء کی بعثت کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان بھیجا تا کہ انسانوں کے درمیان انصاف قائم کریں۔ حکومت اسلامی کا سب سے اہم ترین بنیادی مقصد قیام عدل ہے ہم عدل کا مطلب صرف منصب قضاوت پر بیٹھ کر دو افراد یا فریقوں کے درمیان کسی اختلاف یا باہمی نزاع کو نمٹانا یا فوجداری یا دیوانی قضیے کا فیصلہ کرنے کو عدل یا عدالت کہہ کر محدود کرتے ہیں جب کہ عدل کا مفہوم لا محدود ہے یہ لفظ اس قدر جامع اور وسیع ہے اور اپنے اندر اتنی وسعت رکھتا ہے کہ یہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی ذاتی اور معاشرتی زندگی پر محیط ہے لفظ عدل کی وسعت [illegible] کے لئے نبی اکرم ﷺ کے مذکورہ ارشاد سے بہتر کوئی اور مثال نہیں ہے کلکم راع و

© rasailojaraid.com

کلکم مسئول عن رعیتہ اس قدر جامع ہے کہ معاشرہ کا کوئی گوشہ کوئی فرد کوئی طبقہ اس سے خارج نہیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے انسانی معاشرہ کی تشکیل کے لئے سب سے پہلا اور بنیادی یونٹ خاندان ہے اسی لئے سربراہ خانہ کو اس کی مسؤلیت کا احساس دلاتے ہوئے صرف کھلانے پلانے اور مادی طور پر خوش رکھنے کی تاکید نہیں کی ہے بلکہ اس کو دنیاوی مادی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ بعد میں آنے والی زندگی کے انجام کا بھی ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا قوا انفسکم واھلیکم نارا اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ خاندان کی حدود سے نکل کر محلے کی سطح پر پھر شہر اور علاقے کی سطح پر یا کسی ادارہ و تنظیم کی سطح پر کسی انسان کے ہاتھ میں کم یا زیادہ پست یا اعلیٰ جو بھی اختیار آ جائے وہ اس کا امین ہے مالک حقیقی خالق کی ذات پاک ہے لہٰذا اسے اس امانت میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرنی چاہیے اسی لیئے سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی۔ کسی بشر کے لئے زیبا نہیں کہ اللہ اسے کتاب حکومت اور نبوت عطا کرے پھر وہ اپنی طرف سے لوگوں سے کہہ دے کہ تم سب میرے غلام بن جاؤ الٰہی حکومت کی روح ہی حریت بشر ہے خالق کی بندگی کا مطلب مخلوق کی غلامی سے مکمل آزادی ہے یہی دراصل انبیاء کی بعثت کا بنیادی مقصد ہے چنانچہ سورۂ احزاب کی آیت ۴۳ میں ارشاد فرمایا۔

ھو الذی یصلی علیکم وملئکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور وکان بالمؤمنین رحیما۔ وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اس کے ملائکہ بھی تا کہ وہ (اللہ کا رسول) تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مومنین پر مہربان ہے۔

اسی طرح سورہ حدید کی آیت ۹ میں ارشاد ہوا۔ ھو الذی ینزل علی عبدہ آیات بینات لیخرجکم من الظلمات الی النور ط وان اللہ بکم لرؤف رحیم۔

چونکہ حاکم حقیقی اسی کی ذات ہے سورہ تین آٹھویں آیت میں اور سورہ ہود کی آیت ۴۵ میں اللہ نے اپنی ذات کو احکم الحاکمین کہا ہے کہ دنیا کے سارے حاکموں کا حاکم۔ یعنی اس سے بڑا کوئی حاکم ممکن نہیں کیونکہ اسلامی نقطہ نظر سے حاکم کے جملہ اوصاف پر جس صفت کا غلبہ ہونا چاہیے وہ ہے صفت عدل اس کی ذات سے بڑھ کر کون عادل بن سکتا ہے۔ سورۂ مبارک اعراف کی آیت (۸۷) اور سورہ یونس کی آیت (۱۰۹) سورہ یوسف کی آیت (۸۰) میں خیر الحاکمین کہا ہے یعنی اس سے بہتر کوئی حاکم ممکن نہیں انصاف کے لیے قرآن میں قسط اور عدل دونوں استعمال ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر حکومت اور حاکم کی نسبت سے لفظ عدل استعمال ہوا ہے۔

الغرض قرآن مجید اور حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے بعد حکومت اس کے نظم ونسق اور مقاصد کو

سمجھنے کے لئے مکمل رہنمائی میسر آسکتی ہے۔

نتیجہ بحث

اس پوری بحث کا خلاصہ اور نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامی حکومت کے اپنے اہداف نہیں ہوتے اللہ کا دیا ہوا قانون جو خالق فطرت نے انسان کی ذاتی قلبی مادی روحانی انفرادی اور اجتماعی ضروریات اور تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر عطا کیا ہے اس کا اجراء و نفاذ اسلامی حکومت کا اصلی اور بنیادی ہدف ہے اسی میں فلاح بشر ہے کہ انسان کی ضرورت کیا ہے اور وہ کس چیز کا حقدار ہے سب سے پہلے عبد و معبود کے باہمی تعلق کو دیکھنا ہے لہٰذا اسلامی حکومت کے فرائض میں سر فہرست واجبات کا قیام اور احیاء ہے اس سلسلہ میں عام دنیاوی حکام کا طریقہ اختیار نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہاں پر حکام کی طرف سے قانون کے نفاذ کا اعلان کیا جاتا ہے دوسروں پر نافذ کرنے کا انتظام والنصرام کیا جاتا ہے قانون نافذ کرنے والے ادارے اور ایجنسیاں تشکیل دی جاتی ہیں قانون موجود ہوتا ہے لیکن عملاً نافذ نہیں ہوتا اس کے برعکس اسلام میں قانون کے نفاذ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے حاکم اپنے اوپر نافذ کر کے عمل کرتا ہے جیسے نماز کا حکم آیا تو اللہ کے رسول نے اس طرح اعلان نہیں کیا کہ اللہ کی طرف سے نماز کا حکم آیا ہے تم لوگ اس اس طرح نماز ادا کرو بلکہ پہلے خود عمل کرتے ہوئے دوسروں کو دعوت دی صلو اکما رایتمونی اصلی تم اس طرح نماز ادا کرو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو اس بات سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں حاکم اور رعیت قانون کی نظر میں دونوں ایک ہیں۔

قرآن نے جہاں اسلامی حکومت قائم ہو اس معاشرہ کا نقشہ اور ماحول کس طرح سے پیش کیا ہے سورہ توبہ کی آیت (۷۱) ملاحظہ فرمائیں۔

(مومنین اور مومنات آپس میں ایک دوسرے کے دوست (مددگار) ہوتے ہیں، جو لوگ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول (احکام) کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ رحم کرتا ہے بے شک اللہ بہت عزت وحکمت والا ہے)۔

آخر میں سورہ بقرۃ کی آیت ۱۷۷ ملاحظہ فرمائیں ایک اسلامی حکومت کا اس سے بہتر کوئی منشور نہیں ہو سکتا۔

(نیکی صرف یہی نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرتے ہو بلکہ (اصل میں) نیکی تو وہ ہے جو ایمان لائے اللہ، روز آخرت، فرشتوں، کتاب اور پیغمبروں پر اور اس کی محبت میں مال خرچ کرے رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں، پردیسی اور مانگنے والوں پر اور گردنیں چھڑانے والوں پر اور نماز بجالائے اور [illegible] تو اس کو پورا کریں اور صبر کرنے والے ہوں بیماری فقر و فاقہ پر اور رنج، جنگ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثابت قدم رہیں اور یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو سچے ہیں اور یہی پرہیزگار لوگ ہیں)۔

میرے خیال میں مذکورہ آیہ مبارکہ میں جو باتیں بیان کیا گئی ہیں وہ اس قدر جامع ہیں کہ معاشرہ کے تمام طبقوں اور افراد کے حقوق وفرائض انفرادی اور اجتماعی تمام ذمہ داریاں بہت ہی خوبصورت انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ اگر حاکم اور رعایا اس آیت کو منشور قرار دے کر اسی کی روشنی میں اپنے اعمال کا احتساب کریں تو اسلامی فلاحی مملکت کے قائم ہونے اور کامیاب کامران ہونے میں کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ ایسی مملکت میں اللہ کی خوشنودی بھی حاصل رہے گی کیونکہ ہر طرف دین الٰہی کا پرچار ہوگا کمزور یا طاقتور ہر ایک کو اس کا حق ملے گا معاشرہ سے برائی کا مکمل خاتمہ ہوگا پورا معاشرہ خیر وبرکت سے معمور ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں ایسی ہی مملکت کے قیام کی تمنا اور آرزو کے لئے برابر دعا کرنے کی تلقین ان الفاظ میں کی ہے یہی ہم سب کی ہمیشہ آرزو ہونی چاہیے۔

(اللہم انا نرغب الیک فی دولۃ کریمۃ تعز بہ الاسلام واھلہ و تذل بہ النفاق واھلہ وتجعلنا فیھا من الدعاۃ الی طاعتک، والقادۃ الی سبیلک، وترزقنا فیھا کرامۃ الدنیا والاخرۃ)۔

اے اللہ ہم تجھ سے ایسی بابرکت مملکت کی آرزو رکھتے ہیں کہ جس میں اسلام اور اہل اسلام دونوں باعزت رہیں نفاق اور منافقین ذلیل ہوں۔ اور تو (مہربانی فرما کر) ہم کو سرکشی سے اپنی اطاعت کی طرف آمادہ کرے، اور تیرے راستے کے رہبر بنا دے اور تو ہمیں دنیا وآخرت دونوں کی عزت وآبرو عطا فرما۔

آمین ثم آمین یارب العالمین

نادان دل کو مرگ کا اب تک یقیں نہیں

علامہ محمد جعفر شاہ ندوی پھلواری

عجیب توافق

۱۹۴۷ء میں جب قیام پاکستان کا اعلان ہوا تھا تو جمعۃ الوداع کا دن تھا اور ۲۶ ویں رمضان۔ ستائیسویں شب رمضان کو جسے عام طور پر شب قدر بھی کہا جاتا ہے قیام پاکستان کا اعلان ہوا۔ آج تیرہ سال بعد ۱۹۶۰ء میں اسی چھبیسویں رمضان کو جمعۃ الوداع تھا۔ دن اور رات کا اتصال عین افطار کے وقت ہوا اور ستائیسویں شب رمضان کا آغاز ہوا۔ عین افطار کے وقت ایک مریضہ نے اپنی زندگی کی آخری سانس لی۔ اور اپنے پینتیس سالہ رفیق زندگی شوہر کا رشتہ رفاقت ہمیشہ کے لیے منقطع کرلیا۔ شوہر کی زبان پر اس وقت بے ساختہ مولانا تمنا پھلواری کا یہ شعر آ گیا

ماہ ذوق فنا تھا صوم یک روزہ حیات

موت کیا آئی ساعت آ گئی افطار کی

اس مرنے والی کا ذکر اس لیے نہیں کر رہا ہوں کہ قدرت نے اس کے لیے بڑی قابل رشک ساعت کا انتخاب کیا۔ عین اسی وقت اور بھی ہزاروں موتیں دنیا میں ہوئی ہوں گی۔ ہمارا جو کچھ مقصد ہے وہ بالکل الگ ہے۔

انسانی بے بسی

مریضہ سات آٹھ ماہ تک بیمار رہی۔ اسے حلق کا کینسر ہو گیا تھا۔ یہ مرض کم از کم اس وقت تک میڈیکل سائنس کی بے بسی اور ناکامی کا سب سے واضح اعلان ہے۔ سائنس والے اپنے مصنوعی سیارے سورج کے مدار تک پہنچانے میں تو کامیاب ہو گئے لیکن زمین پر بسنے والوں کے ایک معمولی مرض زکام پر قابو نہ پا سکے۔ انسان کتنا بڑا مقتدر اور پھر کتنا بے بس ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غلط فہمی

مرحومہ کو ہو تو گیا تھا کینسر، لیکن ہمیں برابر یہی غلط فہمی رہی کہ مریضہ بہر حال اچھی ہو جائے گی۔ اس غلط فہمی کی بڑی وجہ مرحومہ کی وہ باتیں ہیں جو انہوں نے مجھ سے وقتاً فوقتاً بیان کیں۔

مرحومہ نے مجھ سے اپنا پہلا خواب یوں بیان کیا:

پہلا خواب

دیکھتی کیا ہوں کہ میری چارپائی کے پاس نیچے ایک بلی ہے جس کی طرف میں ہاتھ بڑھانا چاہتی ہوں تو جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے کہا کہ ارے اسے ہاتھ نہ لگانا یہ تو بلا ہے۔ میں نے اس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا یہ بلا تو نہیں ایرانی بلی معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو اس کے بال کتنے بڑے اور نرم ہیں پھر میں نے انسانی بچے کی طرح اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھانا چاہا تو وہ قد و قامت میں بڑھنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے شیر سے بھی کئی گنا بڑھ گئی۔ اس وقت خیال آیا کہ فی الواقع کوئی بلا ہے۔ پھر میں نے فوراً ہی اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا شروع کیا اس طرح کہ لا الہ الا اللہ کہہ کر اسے گویا اوپر سے نیچے اشارے سے کاٹا اور محمد رسول اللہ کہہ کر دائیں سے بائیں اشارے سے کاٹا۔ اسی وقت خواب ہی میں مجھے اپنی والدہ مرحومہ کا بھی یہ خواب یاد آیا کہ انہوں نے عرصہ ہوا خواب میں ایک بد ہیئت سیاہ فام مرد یا عورت کو دیکھا جس کے سر پر گھڑا رکھا تھا۔ اس گھڑے پر اور اس شخص کی پیشانی پر "طاعون" لکھا ہوا تھا۔ والدہ نے اسے اسی طرح لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر کاٹا۔ تو چیختا چلاتا بھاگا۔ اس کے بعد لکھنؤ میں بڑے زوروں سے طاعون پھیلا۔ مگر الحمد للہ والدہ کے گھرانے کے تمام لوگ محفوظ رہے مجھے اپنی والدہ کا خواب اسی خواب میں یاد آیا اور میں بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ پڑھ کر اس عظیم الجثہ بلی کو اشارے سے کاٹتی رہی۔ ذرا دیر میں وہ مرا مسلا ہوا کاغذ سی بن گئی پھر دھواں بن کر فضا میں تحلیل ہو گئی۔

دوسرا خواب

پھر ایک دن مرحومہ نے دوسرا خواب بیان کیا کہ ایک عورت اندر آئی اور میری چارپائی پر بیٹھ گئی میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں تمہاری صحت ہوں۔ بہت دنوں سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں شکر ہے کہ آج تم مل گئیں۔

تیسرا خواب

پھر ایک دن تیسرا خواب یوں بیان کیا کہ:

ایک جنازہ جا رہا ہے میں نے جنازہ لے جانے والوں سے دریافت کیا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ اتنے میں کاندھا دینے والوں نے جنازہ چھوڑ دیا اور وہ جنازہ معلق خود ہی چلا جا رہا تھا ان میں سے دو آدمی خوش رو سفید پوش، سیاہ ریش میرے پاس آئے اور نظریں نیچی کر کے کہنے لگے کہ یہ آپ کی بیماری کا جنازہ ہے جسے ہم لوگ لیے جا رہے ہیں اور ہم کو بہت افسوس اور شرمندگی ہے کہ آپ کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑی۔ ان خوابوں کو سننے کے بعد مجھے تقریباً سو فیصد یقین ہو گیا کہ یہ مریضہ ضرور اچھی ہو جائے گی کیونکہ بظاہر ان خوابوں سے اس کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔

ایک عامل

اس کے بعد میرے ایک عزیز کرم فرما۔ جو سائیکو پاسٹ، منجم، جفار اور بڑے "عامل" بھی ہیں۔ عیادت کے لیے آئے۔ انہوں نے پہلے شکایت کی کہ آپ نے اب تک مجھے بیماری کی کوئی اطلاع نہیں دی۔ اور میں فلاں صاحب سے سن کر آیا ہوں۔ پھر کہا رات میں نے چراغ کا ایک مخصوص عمل کیا تھا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس کی روشنی سیاہ نہ تھی جو سخت خطرناک ہوتی ہے۔ بلکہ گلابی تھی جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ مریض قطعاً و یقیناً اچھا ہو جائے گا۔ ممدوح نے یہ بھی یقین دلایا کہ یہ باتیں محض تسکین کے لیے نہیں کہی جا رہی ہیں۔ ان کو مرحومہ سے اتنی زیادہ محبت تھی جتنی کسی سعادت مند فرزند کو اپنی لائق ماں سے ہوتی ہے۔

عرض یہ کرتا ہے کہ تینوں خواب اور یہ یقین دہانی ایسی تھی، جس کے بعد مریضہ کی تندرستی میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے مجھے آخر وقت تک یہ یقین رہا کہ ہم اپنی استطاعت کے مطابق علاج معالجہ تو کر رہے ہیں جس سے اگرچہ حالت روز بروز خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے لیکن کوئی نہ کوئی سبب اللہ تعالیٰ ضرور پیدا فرما دے گا جس سے مریضہ تندرست ہو جائے گی۔

ایک اور خواب

وفات سے کوئی ایک ہفتہ پہلے صوفی حاجی یار محمد خاں صاحب تاجر چوب جہلم کا ایک خط ملا جس میں ایک خواب یوں درج تھا۔

میں صبح کی نماز کے بعد سو گیا تو اپنے پیر و مرشد (حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان پھلواری رحمتہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ تعالیٰ علیہ) کو خواب میں دیکھا۔ حضرت موصوف کے ساتھ میں ایک جگہ گیا جہاں کچھ لوگ ہیں اور کچھ تختیاں پڑی ہوئی ہیں۔ وہاں پرچیاں ڈالی جارہی ہیں۔ ایک طرف آپ (یعنی محمد جعفر) کے حق میں پرچیاں ڈالی جارہی ہیں اور دوسری جانب آپ کے مخالف کے حق میں۔ آپ کی پرچیاں بہت زیادہ ہیں اور مخالف کی بہت کم نتیجے کا انتظار کیے بغیر ہی حضرت ممدوح وہاں سے روانہ ہوگئے۔ اور آپ (محمد جعفر) کے متعلق فرمایا کہ ان اللہ معہ (خدا اس کے ساتھ ہے) اس کے بعد صوفی صاحب موصوف نے اپنی کہی ہوئی تعبیر یہ دی کہ ان شاء اللہ آپ کی اہلیہ کے موذی مرض پر آپ کو فتح حاصل ہوگی۔

بظاہر یہ خواب بھی ایسا تھا جس نے میرے یقین میں اضافہ کردیا اور اب مجھے سو فیصد مریضہ کی تندرستی کا یقین ہوگیا۔ مگر۔ آہ۔ یہ سب کچھ رجائی جذبات کی کرشمہ سازیاں تھیں۔ جو سراب ثابت ہوئیں۔ مرحومہ کے خواب میں کوئی اشارہ مستقبل نہ تھے بلکہ اندرونی خواہشیں تھیں جو منتقل ہو کر نظر آگئیں اور صوفی صاحب کے خواب میں صرف نزول سکینہ کا اشارہ تھا کیونکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق قرآن پاک میں جو کچھ ارشاد ہے وہ یوں ہے۔

اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سكينته عليه وايده بجنود لم تروها.

وہ وقت یاد کرو جب رسول اللہ ﷺ اور اپنے ساتھی (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے (غار ثور میں) کہہ رہے تھے کہ حزن نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے اس (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر اپنی سکینت نازل کی اور اس کی تائید ایسے لشکر سے کی جسے تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔

نزول سکینہ

اس میں شک نہیں کہ میں خود اپنے ذہن کو اور اپنی سب سے چھوٹی اولاد اکلوتے ہشت سالہ فرزند محمد موسیٰ کے ذہن کو کئی ماہ سے تیار کر رہا تھا۔ لیکن خواب و خیال کی دنیا میں پڑے رہنے سے مجھے سو فیصد مرحومہ کی صحت کا یقین بھی تھا۔ اس امید کے بالکل خلاف اچانک یہ حادثہ پیش آنے کے بعد میرے دماغ پر غیر معمولی اور مجنون بنا دینے والا اثر پڑنا چاہیے تھا۔ لیکن مجھ پر اتنا بھرپور نزول سکینہ ہوا کہ میں خود حیران ہوں اور اس سے زیادہ حیرت مجھے موسیٰ یتیم و لطیم کے اطمینان قلب پر ہے (جس نابالغ بچے کا باپ مرجائے وہ یتیم ہوتا ہے جس کی ماں مرجائے اسے لطیم کہتے ہیں اور جس کے ماں باپ دونوں مرجائیں اسے قطیع کہتے ہیں) اس ہشت سالہ بچے سے میرا جو وقتاً فوقتاً مکالمہ ہوا اس کا خلاصہ سنیے۔

کوئی مرجاتا ہے تو جنت میں چلا جاتا ہے؟

ہاں بیٹے اگر اچھا آدمی مرے تو وہ جنت میں جاتا ہے

پھر تو مرجانا اچھی ہی بات ہے

اور کیا

قبر میں آدمی سڑ گل جاتا ہے نا؟

ہاں سڑ گل جاتا ہے۔

تو پھر جنت میں کیا چیز جائے گی؟

یہ جسم تو فقط لباس ہے۔ آدمی کی روح یہ لباس چھوڑ کر دوسرا لباس پہن لیتی ہے اور جنت میں چلی جاتی ہے۔

میری یہ بات شاید پوری طرح اس کی سمجھ میں نہ آسکی مگر وہ خاموش ہوگیا اور سوچنے لگا۔ یہ گفتگو اس وقت ہوئی جب مرحومہ ابھی میو اسپتال میں تھیں۔

ماں کے انتقال کے بعد لوگوں کو روتا ہوا دیکھ کر مجھ سے پوچھا کہ یہ لوگ رو کیوں رہے ہیں؟ میں نے متوازن لہجے میں الگ لے جاکر بتایا کہ تمہاری باجی (مرحومہ کو ان کی ساری اولاد اور ان کے سب ملنے والے باجی کہا کرتے تھے) کا انتقال ہوگیا ہے نا۔ لوگ خواہ مخواہ رو رہے ہیں۔ یہ سن کر وہ زار زار رو دیا۔ میں نے اسے سمجھایا تو وہ ایک منٹ خاموش ہوگیا۔ اور مجھ سے ایک دلخراش سوال کیا کہ پھر اب میری ماں کون بنے گا؟ میں نے کہا میں تمہارا باپ بھی ہوں اور ماں بھی۔ اس کے علاوہ تمہاری تو بہت سی مائیں ہیں۔ تمہاری سب بہنیں بھی تو تمہاری مائیں ہی ہیں۔ اس کے بعد وہ مطمئن ہوگیا۔ اور اپنے عام مشاغل میں لگ گیا تھوڑی دیر کے بعد بہت سی عورتیں اور مرد جمع ہوگئے تو اس نے کہا۔

یہ لوگ رو کیوں رہے ہیں؟ باجی کو کتنی تکلیف تھی۔ اس سے نجات مل گئی۔ اس سڑی گلی دنیا سے وہ چلی گئیں۔ اب وہ بہت اچھی دنیا میں جاکر رہیں گی اس میں رونے کی کیا بات ہے؟

اس کے بالکل یہی الفاظ تھے جو میں نے نقل کیے ہیں۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس بچے کے اندر کسی اچھے فلسفی مومن کی روح بول رہی ہے وہ کھانا کھا کر سو گیا۔ صبح وہ خوش و خرم دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلتا رہا۔ دن کے سوا بارہ بجے جنازہ اٹھنے لگا تو اس نے کہا کہ میں بھی ساتھ چلوں گا کیونکہ میں نے آج تک کوئی قبر نہیں دیکھی ہے۔ وہ جنازے کے ساتھ ساتھ قبرستان تک گیا۔ سب کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی۔ دفن تک وہ ادھر ادھر مختلف قبروں کو دیکھتا رہا۔ سب مٹی ڈال چکے تو وہ بھی آیا اور اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے مٹی ڈالی۔ پھر اپنے نازک ہاتھوں سے پھولوں کی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر چادر گل رکھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ہم سب کے ساتھ ہنستا کھیلتا گھر واپس آ گیا۔

عید کے دوسرے یا تیسرے دن وہ بااصرار میرے ساتھ اپنی باجی کی قبر پر پھول چڑھانے گیا کچھ اور لوگ بھی تھے۔ اس وقت اس معصوم بچے نے مجھ سے پوچھا۔

اب اس قبر میں باجی پڑی ہوں گی؟

وہ یہاں کہاں؟ وہ تو جنت میں چلی گئیں۔

تو پھر اس میں کوئی چیز نہیں؟

قبر میں اب کیا رکھا ہے؟ اس کے بعد اس نے ایک عجیب سوال کیا

جب آدمی کو مرنا ہی ہے تو وہ پیدا کیوں ہوتا ہے؟

اللہ میاں اس لیے پیدا کرتے ہیں کہ دیکھیں آدمی اچھے کام کرتا ہے یا برے اگر اچھے کام کرے تو مرنے کے بعد جنت میں جاتا ہے اور برے کام کرے تو جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے یہ قبر تو صرف ایک دروازہ ہے اس دروازے سے اچھے لوگ جنت میں جاتے اور برے جہنم میں پہنچ جاتے ہیں۔

غرض مجھ پر بھی عجیب نزول سکینہ تھا اور میرے فرزند پر تو اس سے بھی زیادہ نزول سکینہ آج تک ہے۔ اور میرے خیال میں صوفی صاحب کے خواب کی یہی تعبیر ہے۔

نتیجہ

اس داستان خواب کو بیان کرنے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ نہ خوابوں پر زیادہ اعتماد کرنا چاہیے اور نہ خوابوں کی تعبیر پر۔ نہ ہر خواب کی تعبیر ضروری ہے اور نہ ہر تعبیر کا درست ہونا لازمی ہے۔ خواب اور اس کی تعبیر بالکل بے حقیقت چیز بھی نہیں لیکن اس پر زیادہ اعتماد کرنے سے بہت سی ذہنی اور عملی کمزوریاں پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ خواب وخیال کی دنیا میں جتنا زیادہ انہماک ہوگا۔ اتنا ہی دنیائے بیداری کے کارخانے میں خلاء پیدا ہو جائے گا۔ بلاشبہ دنیا امیدوں پر قائم ہے۔ لیکن موہوم توقعات میں کھو جانا بھی صحیح نہیں۔

تقریباً یہی حال کشوف کا بھی ہے۔ کشف وغیرہ پر بھی زیادہ اعتماد درست نہیں بعض اوقات تو خود صاحب کشف کشف کا مطلب نہیں سمجھتا اور بعض اوقات اس میں ایسا ابہام سا ہوتا ہے کہ اس میں کئی پہلو نکلتے ہیں۔ اور سننے والا اس سے جو مطلب اخذ کرتا ہے وہ غلط ثابت ہوتا ہے۔

یہ ہے وہ سبق جو مرحومہ کی موت سے مجھے دی گئی ہے۔ میں اسے اپنے تصور کو عام کرنے کی غرض سے شائع کر رہا ہوں۔ کوئی یوسف وقت ہو یا ابن سیرین جیسا تعبیر خواب کا ملکہ رکھتا ہو تو بے شک ایسی

تعبیروں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ خوابوں یا اس کی سرسری تعبیروں پر بیداری کی زندگی کا دارومدار نہیں رکھنا چاہیے۔

ناقابل تلافی نقصان

مرحومہ کی وفات سے میرا جو ناقابل تلافی نقصان ہوا وہ علمی وادبی نقصان ہے۔ اس سلسلے میں ایک لطیفہ سن لیجیے۔ ایک بار مرحوم ڈاکٹر عبدالحکیم نے مجھ سے کہا: بعض الفاظ ہم لوگوں کی زبان پر ایسے بھی جاری ہیں جن کے صحیح مفہوم سے ہم لوگ آشنا نہیں۔ بتایئے ہم "حلوہ مانڈہ" بولا کرتے ہیں۔ مانڈے کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا کل بتاؤں گا۔ دوسرے دن انہیں بتایا کہ حلوے کے ساتھ جو بڑے بڑے پراٹھے ہوتے ہیں۔ انہیں "مانڈا" کہتے ہیں۔ پوچھا یہ کس لغت میں دیکھا ہے؟ میں نے کہا۔ "زوج اللغات" میں۔ پوچھا یہ کونسا لغت ہے؟ میں نے کہا یہ صرف میرے پاس ہے یہ کوئی کتاب نہیں بلکہ میری زوجہ محترمہ ہے۔ جس محاورے، روزمرہ، ضرب الامثال، کہاوت والفاظ، تذکیر وتانیث وغیرہ کا مجھے علم نہیں ہوتا یا مجھے شک رہتا ہے اسے میں اسی زوج اللغات سے دریافت کر لیتا ہوں۔ اردو زبان میں میری استانی وہی ہیں۔ مرحوم خلیفہ صاحب نے اس پر ایک فرمائشی قہقہہ لگایا، اس کے بعد بھی انہوں نے کئی موقعوں پر مجھ سے بعض باتیں دریافت کیں۔ مرحوم کی کتاب "فکر اقبال" پر ایک اخبار (ہماری زبان کراچی) نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ اس میں خلیفہ صاحب نے "عار" کو مذکر لکھا ہے حالانکہ یہ مؤنث ہے۔ خلیفہ صاحب نے ہم لوگوں سے دریافت کیا۔ مولانا رئیس احمد جعفری نے کہا کہ عار مذکر ہے۔ میں نے کہا میرے کان اس کی تانیث سے آشنا ہیں۔ مزید تصدیق زوج اللغات سے کی جائے گی۔ دوسرے دن "زوج اللغات" نے میری رائے کی تائید کی اور اتفاق سے اسی دن "جامع اللغات" سے بھی اس کی تصدیق ہوگئی۔

میں جب کپور تھلے (مشرقی پنجاب) میں تھا تو جناب خواجہ حسن نظامی نے میرے پاس ایک کتاب بھیجی کہ اس کتاب کی تصحیح کر کے اس کی زبان کو سہل بنا دیا جائے۔ اس میں بلا مبالغہ پچاسوں محاورات، ضرب الامثال اور کہاوتیں ایسی تھیں جن سے میں بالکل ناواقف تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ دوچار مقامات کے سوا سارے مقامات مرحومہ ہی نے حل کیے تھے۔ ایک بار مولانا تمنا عمادی نے مجھے اپنی ایک غزل سنائی جس میں ایک مصرعہ یوں تھا

سایہ پڑا اپنا اب جو مرد ہو گیا

میں نے عرض کیا کہ مضمون کے متعلق تو کچھ عرض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن ایک لفظ

© rasailojaraid.com